ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

افسانہ "کفن" کا حسیاتی مطالعہ

A Sensory Study of the Short Story “Kafan”

ڈاکٹر جمشید علی،
لیکچرار اردو، یونیورسٹی آف چکوال

Dr. Jamshaid Ali,
Lecturer Urdu, University of Chakwal
jamshaidagha02@gmail.com

Abstract:
This article presents a Sensory study of Premchand's famous short story "Kafan". How man disregards the closest relation to satisfy his hunger and how a woman sees relationships as worthless. How man is more brutal than beasts for his gluttony. How does a person turn away from social and religious values after moral decline? How the exploitative system of the West leads to indifference among the people of other society. "Kafan" is a unique example of the exploitation of women by the husband. However, this study has tried to cover all these points.

Key words: sensory, moral decline, labour pain, brutal behavior, cultural decline, hunger, indifference, selfishness, gluttony, social values

کلیدی الفاظ: حسیاتی، اخلاقی گراوٹ، دردِزہ، سفاکانہ رویہ، تہذیبی زوال، بھوک، سرد مہری، خود غرضی، شکم پروری، سماجی اقدار

پریم چند نے دیہی طرزِ معاشرت، ہندوستانی طبقاتی ناہمواریوں، عام آدمی کی زندگی اور اس سے جڑے ہوئے مسائل کو جہاں اپنے افسانوں میں سمویا ہے وہاں رشتوں کی بے وقعتی، خود غرضی، سرد مہری اور بے ضمیری جیسی تلخ حقیقتوں کو انسانی رویوں سے آشکار بھی کیا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو ان کا نمائندہ افسانہ "کفن" ہے۔ یہ موضوع اور فن دونوں اعتبار سے دنیا کے چند بہترین افسانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی کہانی گھیسو، مادھو اور اس کی بیوی بدھیا کے گرد ہی نہیں گھومتی بلکہ یہ ایسے سماج کی ٹوٹ پھوٹ کو پیش کرتی ہے جہاں اخلاقی اقدار اور انسانی حسیات زوال پذیر ہیں۔ جہاں سماج کی بے رحمی اور بے حسی نے گھیسو اور مادھو کو اس نہج پر پہنچا دیا ہے کہ وہ درد زہ سے تڑپتی ہوئی عورت کو بے سہارا چھوڑ کر اپنی شکم پروری پر لگے ہوئے ہیں۔ وہ نئی زندگی کو جنم دینے والی عورت کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑے ہوئے ہیں بلکہ وہ اس کے مرنے کے انتظار میں ہیں کہ اس کی موت ان کے لیے سود مند ثابت ہو گی۔ وہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد انھیں گاؤں والوں سے کریا کرم کے نام پر اتنی معقول رقم مل جائے گی کہ ان کے کچھ دن عیاشی میں گزر جائیں گے۔ دکھ سہنے والے ان نادار اور مفلس انسانوں کی ایسی گری ہوئی سوچ اور مکالمت قاری کے دل پر لرزہ طاری کر دیتی ہے اور یوں کہانی کے انجام سے پہلے ہی گھیسو اور مادھو کا سفاکانہ رویہ قاری پر سکتہ طاری کر دیتا ہے۔ دراصل "کفن" بے حسی کے خلاف وہ احتجاج ہے جس کے اثرات بڑی خاموشی سے قاری کی نفسیات پر مرتسم ہوتے ہیں۔

اس میں فاضل افسانہ نگار نے اس دور کی مٹتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی تہذیبی قدروں کے پس پردہ مغرب سے آئے ہوئے فرنگی جبر و استبداد کے نظام کو مرید الزام ٹھہرایا ہے۔ جس نے ہندوستانیوں سے ان کی مشرقیت، خلوص، وفا اور ایمانداری کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اس نے نسانوں سے نہ صرف ان کا عقیدہ بلکہ ان کی انسانیت بھی چھین لی ہے۔ گاؤں میں بسنے والے کسانوں اور مزدوروں کو مایوسی اور بے بسی کی دلدل میں دھکیل دیا۔ اس استحصالی معاشی نظام کی بدولت انسان انسانیت کے مقام سے گر کر حیوان سے بھی زیادہ سفاک واقع ہوا ہے۔ اس مغربی نظام نے انسان کی روحانیت کو پامال اور یقین کو متزلزل کر دیا ہے۔ اسی لیے تو باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس اقتصادی نظام کی وجہ سے محنت کش طبقہ اپنے فرائض سے غافل ہو کر خود کو حالات کے سپرد کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ یہاں تک کہ شوہر نئی زندگی کو جنم دینے والی بیوی کی حالتِ زار سے بے پرواہو کر اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے راکھ میں پڑے آلوؤں پر اپنے ہاتھ صاف کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"کفن" میں بھوک جیسے اہم مسئلے کو پیش کیا گیا ہے۔ جس کے سامنے انسان بے بس نظر آتا ہے۔ لکھنے والا لکھتا ہے کہ بھوک تمام اخلاقی، مذہبی اور سماجی اقدار کو یکسر فراموش کر دیتی ہے۔ بھوک ہی ایک ایسی سچائی ہے جس کے سامنے تمام سچائیاں جھوٹ بن جاتی ہیں۔ بھوک کے سامنے تمام رشتوں کا تقدس اور پاسداری دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔ کفن انسانوں کی بستی میں بسنے والے دھتکارے ہوئے طبقے کی نمائندگی کرتا ہے جس کے نزدیک زندگی کا مفہوم مفلسی، ناداری اور بے بسی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جسے ضمیر مردنی کے بعد ذلت ورسوائی کا اندیشہ تک باقی نہیں رہتا۔ عورت جسے مشرقی معاشرے میں تہذیب کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جو بدھیا کی صورت میں چماروں کے گھرانے کو متمدن کرنے کی کوشش کرتی رہی، جو گھیسو کو اس کے بڑھاپے کا سہارا اور مادھو کو اس کی آنکھوں کا تارا دینے کی کوشش میں دردِزہ میں تڑپ تڑپ کر موت کی آغوش میں چلی گئی۔ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ پکار پر موت کا سکوت طاری ہو گیا۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ اس موت کا صدمہ بھی اُن بے حس باپ بیٹے کے ضمیر کو جھنجھوڑ نہ سکا۔ احمد عقیل روبی کے بقول:

> "کفن" انسانی زندگی کی ایک ایسی ہی تصویر ہے جس میں کردار اپنی اپنی نفسیات کی چادر اوڑھ کر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کہانی میں عورت کی مظلومیت اور بے بسی کا رنگ بھی ہے اور بے حس مردوں کی بے پروائی اور کاہلی کی سیاہی بھی۔ برسوں پہلے لکھی اس کہانی کا اثر آج بھی کل کی طرح قائم ہے۔ یہ کہانی دنیا کی بستی میں بسنے والے ان کروڑوں افراد کی نمائندہ کہانی ہے، جو بھوک اور ضرورت کا پردہ آنکھوں پر پھیلا کر رشتوں اور انسانی اقدار کی پہچان بھول جاتے ہیں۔ بھوک کی آگ بجھا کر وہ سمجھتے ہیں انہوں نے زندگی کا انت دیکھ لیا ہے۔"(۱)

"کفن" جیتی جاگتی انسانی نفسیات کی کہانی ہے یہ نہ صرف ہندوستان کے دلتوں اور اچھوتوں کی کہانی ہے بلکہ اسے تمام دنیا میں بسنے والے گھیسو اور مادھو کی کہانی کہا جا سکتا ہے۔ اس کہانی کا مرکزی خیال انسان کی بے ضمیری اور بے حسی ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں کرداروں کا تعارف اور پس منظر کے طور پر وہ پوری صورتحال ہمارے سامنے آتی ہے جس سے تمام کرداروں کی نہ صرف اصلیت واضح ہوتی ہے بلکہ ہر مقام پر ان کی متوقع اور غیر متوقع حرکات وسکنات کا جواز بھی فراہم ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں بدھیا کی موت سے گھیسو اور مادھو پر مرتب ہونے والے فطری اور غیر فطری اثرات اور کفن کے لیے چندہ کی وصولی اور ان کی نفسیات کا ذکر ملتا ہے جبکہ تیسرے حصے میں غربت اور افلاس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے حسی سے پردہ اٹھتا ہے اس حصے میں ہماری ساری توجہ گھیسو اور مادھو کے عمل، ردعمل اور دونوں کے مابین ہونے والی گفتگو پر مرکوز رہتی ہے۔ اس حصے کے آخر میں پریم چند قاری کو ایک ایسے موڑ پر لے جا کر تنہا چھوڑ دیتا ہے جہاں بظاہر کہانی ختم ہو جاتی ہے مگر قاری اپنے آپ کو سناٹے میں پاتا ہے جہاں بے اعتنائی کا مظاہرہ کرنے والے دو کرداروں کا سامنا کرنے کے بعد ردعمل کے طور پر اسے ماسوا اپنے ضمیر کی آواز کے اور کچھ سنائی نہیں دیتا۔ ایک انسان اتنا خود غرض کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پاپی پیٹ میں بھنے ہوئے آلوؤں کی صورت میں ایک وقت کا کھانا ڈالنے کی کوشش میں اپنی شریکِ حیات کی زندگی بچانے سے انتہائی درجے کی غفلت برتتا ہے۔ یہ وہ سوال ہے جو قاری کے دماغ میں ارتعاش پیدا کرتا ہے لیکن معاشرے کی موجودہ صورتحال اور انسان کا انسان کے ساتھ خود غرضی اور توقعات کا رشتہ دیکھ کر اسے چار و ناچار اپنے اس وہم کو یقین میں بدلنا پڑتا ہے۔

پریم چند نے کرداروں کی مکالمت میں ایسے لفظ بڑھتے ہیں جو ادنی طبقے کے لوگ بولتے ہیں انہوں نے مکالموں کو کرداروں کی نفسیات کے مطابق پیش کیا ہے "کفن" کا یہ حسن ہے کہ اس کے مکالمے شخصیت کے باوصف ہیں پریم چند نے مکالمے کی بنیادی ضروریات کو پیش نظر رکھا ہے جس سے ان کے مکالموں میں ایجاز واختصار اور بے ساختہ پن پیدا ہو گیا ہے ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

> "کفن کے کرداروں کی تفہیم اور پہچان میں اس کے مکالمات سے بھی ہمیں بہت مدد ملتی ہے۔ مادھو کی خاموشی اور گفتگو کے مواقع کی نشاندہی اس سلسلے میں ہماری زیادہ مدد کر سکتی ہے... مکالموں میں گفتگو کا آغاز عموماً اس کا باپ گھیسو کرتا ہے۔"(۲)

اس افسانے کی ابتدا اگرچہ بیانیہ انداز سے ہوتی ہے لیکن بہت جلد مکالماتی فضا میں بدل جاتی ہے۔ کہانی ماضی، حال اور مستقبل تینوں پر گرفت رکھتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔ جہاں شعور اور لاشعور کی سطح پر واقعات جنم لیتے ہیں۔ جس سے مکالمے برجستہ اور برمحل معلوم ہوتے ہیں۔ جو کرداروں کی ذہنی افتاد اور رہن سہن کی عکاسی کرتے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہیں۔ یہاں گھیسو کے ایک مکالمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:"وہ جمانا دوسرا تھا اب تو سب کو کھپایت سوجھتی ہے سادی بیاہ میں مت کھرچ کرو، کریا کرم میں مت کھرچ کرو، پوچھو گریبوں کا مال بٹور بٹور کر کہاں رکھو گے؟ مگر بٹورنے میں تو کمی نہیں ہے ہاں کھرچ میں کھپایت سوجھتی ہے۔"(۳)

کردار نگاری کے اعتبار سے بھی کفن ایک بے مثال کہانی ہے اس میں پریم چند نے بے رحم حقیقت نگاری سے کام لیا ہے۔ افسانے کے مرکزی کردار گھیسو اور مادھو جبکہ تیسرا کردار بدھیا کا ہے جو کہ خاموش کردار ہے۔ گھیسو معاشرے کے پسے ہوئے اور ہڈ حرام طبقے کا نمائندہ بن کر سامنے آتا ہے اگرچہ افسانے میں اس کی محرومیاں انفرادی نوعیت کی ہیں لیکن پریم چند کا کمال یہ ہے کہ یہ کردار معاشرے کے نچلے اور پست طبقے کی محرومیوں کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔

اسی طرح مادھو کا کردار بھی محروم طبقے کی نمائندگی کرتا ہے غربت اور بے ثمر محنت نے اسے بے حس کر دیا ہے۔ مادھو اپنے باپ گھیسو کے نقش قدم پر چلتا ہے بلکہ یوں کہیے کہ باپ سے بھی دو قدم آگے نکل جاتا ہے۔ پریم چند نے اس ساری صورتحال میں گھیسو اور مادھو کی غربت اور فاقہ کشی کا صرف خاکہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس طبقاتی کشمکش کو بھی پیش کیا ہے جس کی بنا پر محنت و مشقت کرنے والے لوگ ہمیشہ نچلے اور پست طبقے کے ہو کر رہ جاتے ہیں اس طرح محنت کا لاحاصل ثمر گھیسو اور مادھو کا مشاہدہ بھی ہے اور تجربہ بھی۔ ایسی صورتحال ہر اس شعبہ زندگی میں نظر آسکتی ہے جس میں محنت کرنے والوں اور محنت سے جی چرانے والوں کو ہمیشہ برابر مقام دیا جاتا ہے۔ اس میں کھیتی باڑی سے لے کر تعلیم کے میدان تک کے تمام شعبے شامل ہیں چنانچہ گھیسو اور مادھو کی کاہلی دست نگری، سرد مہری اور بے حسی ان کے اندر سے باہر نہیں آئی بلکہ باہر سے اندر داخل ہوئی ہے۔

> "جس سماج میں رات دن کام کرنے والوں کی حالت ان کی حالت سے کچھ بہت اچھی نہ تھی اور کسانوں کے مقابلے میں وہ لوگ جو کسانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا جانتے تھے کہیں زیادہ فارغ البال تھے وہاں اس قسم کی ذہنیت کا پیدا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔"(۴)

معاشرے کے دھتکارے ہوئے یہ دونوں کردار اپنے رویوں اور اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھ کر لالچی اور خود غرض واقع ہوئے ہیں ان دونوں کی شخصیت اعمال اور افعال کے لحاظ سے ایک دوسرے میں اس طرح سے پیوست ہے کہ ان میں سے ایک کو دوسرے سے الگ کرنا محال ہے۔ یہ دونوں مرکزی حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ ہر دور اور ہر علاقے کے بے ضمیر کرداروں کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں ڈاکٹر نگہت ریحانہ خان "کفن" کے کرداروں کے بارے میں لکھتی ہیں کہ "کفن کے مرکزی کردار گھیسو اور مادھو بھی ایسے ہی ہیں جو اس لیے محنت نہیں کرنا چاہتے کہ محنت کش مزدوروں کا انجام ان کے سامنے ہے۔۔۔ یہ بھوک اور فاقے انہیں اور بے رحم اور وحشی بنا دیتے ہیں۔"(۵)

بدھیا اس افسانے کا وہ کردار ہے جو اپنی انفرادیت کے ساتھ ساتھ گھیسو اور مادھو کے رویوں کی قدر و قیمت کا تعین بھی کرتا ہے اور پوری کہانی کی تنظیم کا محور بھی بن کر سامنے آتا ہے۔ ایک طرف افسانہ نگار خود اس کردار کے بارے میں چند سطروں میں اہم اشارے کر جاتا ہے تو دوسری طرف گھیسو اور مادھو کی باہمی گفتگو سے ہم بدھیا کے کردار سے مکمل طور پر واقف ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بدھیا کا جس دن مادھو سے بیاہ ہوا، اس نے اسی دن سے چماروں کے اس کنبے میں تمدن کی طرح ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن جب اس پر مشکل گھڑی آن پڑی تو کوئی بھی ان دونوں میں سے اس کا پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ وہ عورت جو دوسرے افراد خانہ کی زندگی کے لیے معاون اور ان کے پیٹ پالنے کے لیے آلہ کار اور گزر اوقات کا ذریعہ بن کر ظاہر ہوتی ہے اسی عورت کے ساتھ جب ان افراد کا برتاؤ غیر انسانی، غیر اخلاقی اور حد سے بڑھی ہوئی بے حسی اختیار کرتا ہے تو انسانی رشتوں ناتوں سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اور اس اخلاقی گراوٹ کے سامنے تمام اصول ریزہ ریزہ ہوتے نظر آتے ہیں۔

بدھیا کے کردار کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس سے قاری کی شناسائی افسانہ نگار کے تعارفی بیان سے ہوتی ہے ورنہ کہانی میں وہ اپنے وجود کا احساس ماسوائے اپنی چیخ اور کراہ کے کسی اور عمل یا مکالمے سے نہیں دلاتی۔ اس بارے میں ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"بدھیا کا کردار کہانی میں مرکزی حیثیت کا حامل ہے اس کی موت کا ردعمل، کفن کے لیے چندہ کی فراہمی، کفن کے پیسے سے شراب و کباب سے شوق پورا کرنا اور نشہ کے عالم میں کبھی فطرت اور کبھی سماج کے کھوکھلے پن کا مذاق اڑانا، یہ ساری باتیں یوں کہیے کہ کہانی کے بڑے حصے کا تانا بانا بدھیا کی لاش کے گرد بنا گیا ہے۔"(۶)

کفن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں کردار خالص دیسی اور مقامی ہیں۔ جن کے ذریعے فاضل افسانہ نگار بے وسیلہ لوگوں کی اصلاح کا خاکہ پیش کرتا ہے۔ یہ افسانہ اس مقام پر اپنے منتہیٰ تک پہنچتا ہے جب گھیسو اور مادھو مرحومہ بدھیا کا کفن خریدنے کی غرض وغایت سے گھر سے نکل کر لوگوں سے پیسے مانگ بازار جاتے ہیں۔ اس جگہ پریم چند نے جس طرح ان دونوں کی کفن پر گفتگو کرائی ہے وہ چونکا دینے والی اور فکر انگیز ہے یہاں انھوں نے فلسفیانہ انداز اپنا کر مذہبی عقائد ورسومات کا مضحکہ اڑانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ دراصل یہ مذہب سے فرار کی ایک صورت بھی ہے۔ اس اعتبار سے گھیسو کا مکالمہ دیکھیے: "کھپن لگانے سے کیا ملتا ہے؟ آکھر جل ہی تو جاتا، کوئی بہو کے ساتھ تو نہ جاتا۔"(۷)

کفن کے آخری صفات میں جہاں گھیسو اور مادھو ایک شراب خانے میں بیٹھے شراب پیتے ہوئے سماجی نظام اور اخلاقی اقدار کے کھوکھلے پن پر طنزیہ تبصرہ کرتے ہیں وہاں ان کے اعمال کے ساتھ جزا و سزا اور دنیا کے ساتھ آخرت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ دراصل یہاں ان کے مکالمات میں پورے افسانے کی روح سمٹ آئی ہے۔ نشے کے عالم میں ان کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات اس سماج کے چہرے سے نقاب اٹھا دیتے ہیں جو گھیسو اور مادھو جیسے لوگوں کا استحصال کرتا رہا ہے۔ "کیسا برا رواج ہے کہ جسے جیتے جی تن ڈھانکنے کو چیتھڑا نہ ملے، اسے مرنے پر نیا کھپن چاہیے۔۔۔ بڑے آدمیوں کے پاس دھن ہے، پھونکیں۔ ہمارے پاس پھونکنے کو کیا ہے۔"(۸) یہاں پریم چند نے اچھوت کرداروں کے ذریعے ہمارے معاشرتی تضاد کو مذہبی فریضے کے ذریعے ہدفِ تنقید بنایا ہے اور سوال اٹھایا ہے کہ معاشرے میں کتنے مخیر افراد ہیں جو کسی زندہ شخص کے تن کو ڈھانپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف ان بے کار پڑے رہنے والے بدحال لوگوں کو جھنجھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنی غلط کاریوں کو بھی درست ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کرتے ہیں۔ ص اس ضمن میں ابوالکلام قاسمی "کفن" پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"کفن کے مطالعہ کے دوران ہم کئی حقیقتوں سے آنکھیں چار کرتے ہیں، ہمیں اسی معاشرے کے نقائص سے واقفیت حاصل ہوتی ہے جس میں گھیسو اور مادھو جیسے لوگ زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم ایسے کرداروں سے متعارف ہوتے ہیں جو اپنی ذلیل ترین حرکات وسکنات کے باوجود اپنے ہر عمل کا جواز بھی پیش کرتے ہیں۔ ہم اس نقطہ نظر تک بھی رسائی حاصل کر لیتے ہیں جو کہانی کار اپنی کہانی کے وسیلے سے ہم تک منتقل کرنا چاہتا ہے۔"(۹)

"کفن" پریم چند کے فکر وفن کا حسین امتزاج ہے۔ انھوں نے افسانوی وقوعے میں انسانی حسیات کو پیش کر کے ان پر ایسی کاری ضرب لگائی ہے۔ جس کی بازگشت کہانی کے انجام کے بعد بھی سنائی دیتی ہے۔ یہی وجہ کہ اس افسانے کا پلاٹ منطقی اور نفسیاتی نوعیت کا ہے۔ فاضل افسانہ نگار نے اس میں بہ یک وقت زندگی کے کئی پہلوؤں کو پیش کیا ہے اس میں مزدوروں کی ناداری اور لاچاری کا بھی ذکر ہے اس طرح ناداری کی وجہ سے خود غرضی آپو دھاپی اور صرف اپنی ذات میں گم اور مگن رہنے کا تذکرہ بھی ہے۔ اس میں عورت کی وفاشعاری اخلاص اور ایثار کا بیان بھی ہے۔ ڈاکٹر اورنگزیب عالمگیر اپنی کتاب "پریم چند تحقیقی تنقیدی مطالعہ" میں لکھتے ہیں:

"افسانے کے کرداروں گھیسو اور مادھو میں زندہ رہنے کی آگ، خودداری سے زندہ رہنے کی لو اور لگن بجھ چکی ہے تگ و تاز اور کارزار حیات میں حصہ لینے کی بجائے وہ بجھے الاؤ کے کنارے بیٹھے ہیں۔ اس افسانے میں بجھی آگ اور بجھا ہوا الاؤ گہری معنویت اور علامتی پہلو کے حامل ہیں۔ افسانے میں بجھا ہوا الاؤ ایک علامت کی حیثیت رکھتا ہے افسانے کا آغاز ہی اس زوردار علامتی نوعیت کے اشارے سے ہوتا ہے۔"(۱۰)

کفن کا اطلاق ۸۹ برس گزرنے کے بعد بھی ہماری معاشرتی حالیہ حالت پر ہوتا ہے۔ دراصل کفن ایک آفاقی نوعیت کی علامت ہے۔ یہ ہمارے متاثرہ اور نیم وجان عوام کی مشکلات اور مسائل کی علامت بھی ہے۔ بدھیا کی بے کفن لاش اس مستحق طبقے کی علامت ہے جسے خود اپنوں کی بے حسی کا مسلسل سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گھیسو اور مادھو کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اعمال وافعال ہماری بے حس قوم اور سرکار کے مجموعی مزاج کی عکاسی کرتے ہیں۔ جو متاثرین کی بحالی کے لیے ملنے والی امداد خود ڈکار جاتے ہیں۔ گھیسو اور مادھو کا یہ اشارہ بہت معنی خیز ہے کہ اگر گاؤں والے دوسری بار بھی کفن کے کپڑے کی بجائے رقم دیں تو وہ پھر اس کو ہڑپ کر جائیں گے اور کفن تیسری مرتبہ ملے گا۔ اس قسم کی ذہنیت پر غور کریں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ جب بھی وطنِ عزیز کے عوام کو قدرتی آفات کا سامنا کرتے ہوئے بے گھر ہونا پڑا تو ان بے حال لوگوں کی بحالی کے لیے بیرونی مخیروں سے ملنے والی امدادی رقوم کا ان مستحق لوگوں تک نہ پہنچنا، کفن جیسے المیے کی یاد تازہ کرتا ہے۔ پھر جب دوبارہ کسی ناگہانی آفت کے سبب بیرونی مخیروں کو امداد دینی پڑی تو انھوں نے رقوم کی بجائے اشیائے ضروریات کی صورت میں سامان دینے کو ترجیح دی۔ اس تناظر میں "کفن" علامت ہے ہمارے تہذیبی اور اخلاقی اقدار کے زوال اور معاشرتی بدحالی کی۔ اس اعتبار سے رام لال کی رائے بالکل درست معلوم ہوتی ہے:

> "اس نے کہانی "کفن" لکھ کر بدھیا کی لاش کو بے کفن رہنے دیا تھا اور اس کے لیے بظاہر گھیسو اور مادھو کو ہی سماجی مجرم قرار دے دیا تھا، لیکن حقیقت میں وہ ہم ہی کو ان دونوں اور بے عمل انسانوں کی علامت بنا کر اپنے پیچھے چھوڑ کر چلا گیا۔ ہم بدھیا کی لاش کو کفن فراہم کرنے کے لیے کئی بار چندہ جمع کر کے اور تاڑی پی پی کر مدہوش ہو چکے ہیں شاید ابھی کئی برسوں تک ایسا کرتے رہیں گے۔"(۱۱)

حوالہ جات

۱۔ احمد عقیل روبی، پریم چند کا افسانہ۔ کفن، مشمولہ: فنون، (شمارہ:۱۱۸، ستمبر۔ دسمبر ۲۰۰۲ء، لاہور: اساطیر)، ص ۵۷

۲۔ ابوالکلام قاسمی، کفن کے حوالے سے پریم چند کی پہچان، مشمولہ: فنون، (شمار:۱۶، جون۔ جولائی ۱۹۸۱ء، لاہور)، ص ۱۰۳

۳۔ پریم چند، مجموعہ منشی پریم چند (افسانے)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۷۶۵

۴۔ ایضاً، ص ۷۶۴

۵۔ نگہت ریحانہ خان، ڈاکٹر، اردو مختصر افسانہ: فنی و تکنیکی مطالعہ، (لاہور: بک وائز، ۱۹۸۸ء)، ص ۶۶

۶۔ ابوالکلام قاسمی، کفن کے حوالے سے پریم چند کی پہچان، مشمولہ: فنون، ص ۱۰۷

۷۔ پریم چند، مجموعہ منشی پریم چند (افسانے)، ص ۷۶۶

۸۔ ایضاً

۹۔ ابوالکلام قاسمی، کفن کے حوالے سے پریم چند کی پہچان، مشمولہ: فنون، ص ۱۱۰

۱۰۔ اورنگ زیب عالمگیر، ڈاکٹر، پریم چند تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، (لاہور: سنگت پبلیشرز، ۲۰۰۵ء)، ص ۳۲

۱۱۔ رام لعل، اردو افسانے کی نئی تخلیقی فضا، (نئی دہلی: سیمانت پرکاش، ۱۹۸۵ء)، ص ۷۵